

## تیری آمد، آمدِ فصل بہار

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ہجری کیلنڈر کا تیسرا مہینہ ”ربیع الاول“ شروع ہو چکا ہے، اس مہینہ کا نام رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے پہلے سے ربیع الاول ہے، جس کے معنی پہلی بہار کے ہیں، ممکن ہے کہ جب اس مہینہ کا نام رکھا گیا ہو تو یہ دن موسم بہار کے آغاز کے رہے ہوں، موسم کی آمد چوں کہ شمسی کیلنڈر کے حساب سے ہوتی ہے، اس لئے ہجری تقویم میں ہمیشہ موسم بہار کا مہینہ ایک ہی نہیں ہوتا؛ بلکہ مہینے بدلتے رہتے ہیں؛ لیکن اس مہینہ سے قدرتی طور پر کچھ ایسی یادیں وابستہ ہو گئی ہیں کہ اب یہ مہینہ واقعی بہار بلکہ سدا بہار ہو گیا ہے، اس ماہ سے تاریخی طور پر خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف واقعات متعلق ہیں، اسی ماہ میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، اسی میں آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی، اور اسی میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی، دنیا میں آپ کی تشریف آوری کو ایک مسلمان محض خوش اعتقادی کی وجہ سے سب سے بڑی نعمت و سعادت نہیں سمجھتا؛ بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت اور سچائی ہے، جس کا اعتراف پوری انسانیت کو کرنا چاہئے؛ کیوں کہ اسی ماہ میں انسانیت کو اپنے خالق و مالک کی طرف سے ابدی پیغام اور زندگی گزارنے کا طریقہ معلوم ہوا۔

خدا نے انسانوں کی جوستی بسائی ہے، وہ کتنی وسیع، کتنی خوبصورت اور کتنی متنوع ہے، ہزاروں مخلوقات ہیں اور ہر ایک دوسرے سے مختلف؛ بلکہ اپنی صلاحیتوں اور عادتوں کے اعتبار سے بالکل متضاد کیفیتوں کی حامل؛ لیکن ایسا لگتا ہے کہ ان کو ان کے کاموں کے بارے میں قدرت نے کوئی کتاب پڑھا دی ہے، وہ ایک مقررہ دستور کے مطابق اپنی ذیوائی انجام دیتے ہیں، سورج کو معلوم ہے کہ اسے مشرق سے نکلنا ہے اور مغرب کی سمت میں ڈوبنا ہے، سمندر ہزاروں سال سے اپنے دائرہ میں مسلسل بہہ رہا ہے اور اپنی حلاطم خیز موجوں کے ساتھ کرہ زمین لیتا رہتا ہے، وہ فضا کو بادل کی سوغات دیتا ہے اور دن رات زمین کی آلائشوں کو تحلیل کرنے میں لگا ہوا ہے، درخت مسلسل پھل پھول دیتے اور انسان کو آسپین

فراہم کرنے میں لگے ہوئے ہیں، لگتا ہے کہ یہ سب پڑھی پڑھائی اور سیکی سکھائی مخلوقات ہیں، جن کو اپنی ایک ایک ڈیوٹی کا علم ہے۔

جمادات و نباتات ہی نہیں، حیوانات کا بھی یہی حال ہے، جو چلتے پھرتے دوڑتے بھاگتے ہیں، ان کا کھانا پینا، لڑنا جھگڑنا، اپنی غذاؤں کا تلاش کرنا، حملہ کرنا اور مدافعت کرنا ہم اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں؛ لیکن ایسا لگتا ہے کہ قدرت نے ان کو بھی ان کی زندگی کا دستور پڑھا اور سمجھا دیا ہے، گائے، بکری گھاس اور درخت کے پتے کھاتی ہے، شیر اور باز زندہ جانوروں کا شکار کرتا ہے، چیل مردار کی تلاش میں چپہ چپہ ڈھونڈتا پھرتا ہے، بعض جانور ہیں جو چارہ بھی کھاتے ہیں اور اپنے سے چھوٹے جانوروں کو بھی ہضم کر جاتے ہیں، پرندوں کو اپنا گھونسلہ بنانا اور چوہوں کو اپنا سرنگ نما مکان بنانا معلوم ہے، مکڑے جالے بننے ہیں اور شہد کی مکھیاں اپنا چھتہ تیار کرتی ہیں، جس میں اتنے کمرے ہوتے ہیں کہ شاید بادشاہوں کے محلات میں بھی نہ رہتے ہوں۔

کیا یہ سب کچھ ان مخلوقات نے آپ سے آپ جان لیا؟ قرآن نے اس کا جو جواب دیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب اللہ کی رہنمائی اور ہدایت کا نتیجہ ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى﴾ (طہ: ۵۰) یعنی یہ سب خالق کائنات کا کمال ہے کہ اس نے ہر چیز کو صورت بھی بخشی، اسے اپنے وجود اور زندگی کے بارے میں راہ بھی بھائی اور سلیقہ بھی سکھایا، قرآن نے ایک اور موقع پر بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے: ﴿الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى﴾ (الاعلیٰ: ۳-۲) جیسے دین اور آخرت کے بارے میں رہنمائی ہدایت ہے، ویسے ہی دنیا میں کسی بھی مخلوق کو زندہ رہنے اور زندگی گزارنے کا جو طریقہ ودیعت کیا گیا ہے، اسے بھی قرآن ”ہدایت“ سے تعبیر کرتا ہے۔

اور یہ کچھ جانوروں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں، حضرت انسان کے وجود میں بھی اس ہدایت ربانی کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور ماں کی چھاتی کی طرف لپکتا اور اس سے دودھ پیتا ہے، آخر اس شیرخوار بچے کو کس نے بتایا کہ تمہاری غذا ماں کے سینہ میں ہے اور پھر اس غذا کو ماں کے سینہ سے کشید کرنے کا سلیقہ کس نے سکھایا؟ ذرا سی توبہ جی ہو تو بچہ کارونا اور پیارو چٹکارا پر بچہ کا مسکرانا، یہ بھی اسی ہدایت ربانی کا مظہر ہے، اس کو نگے، بے زبان اور بے شعور بچہ کو کس نے سکھایا کہ دکھ اور درد کا اظہار رو کر اور خوشی کا اظہار ہنس کر اور مسکرا کر کیا جاتا ہے؟

تو جب خدا نے ہر چیز کو ایک مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور اسے قدرتی طور پر دنیا میں رہنے سہنے کا طریقہ بتا دیا ہے، تو کیا انسان کو اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے کسی طریقہ اور نظام کی ضرورت نہ ہوگی؟ یقیناً ہوگی، بلکہ زیادہ ہوگی؛ کیوں کہ انسان ایک گونہ باختیار مخلوق ہے اور عقل و خرد کی نعمت نے اس کی نیکی اور بدی کے دائرہ کو بہت وسیع کر دیا ہے، شیر ایک وقت میں ایک ہی انسان یا حیوان کو شکار بناتا ہے، سانپ ایک بار ڈس کر ایک وجود کو فنا کر سکتا ہے؛ لیکن انسان کا

حال یہ ہے کہ وہ ایک ایٹم بم کے ذریعہ ایک وقت ایک پورے خطہ کو تباہ و برباد کر سکتا ہے اور بیک جنبشِ پبلک لاکھوں انسانوں کی جان لے سکتا ہے، اس لئے ظاہر ہے کہ وہ سب سے زیادہ اس بات کا محتاج ہے کہ جینے اور مرنے کا سلیقہ سیکھے اور زندگی گزارنے کا طور و طریق جانے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ انسان کو زندگی گزارنے کا طریقہ کون بتائے؟ ..... ہم اپنی عملی زندگی میں غور کریں تو ایک سیدھی سادھی اور دیکھی جانی حقیقت یہ ہے کہ جو شخص کسی مشین کو بناتا ہے اور کس شے کو ایجاد کرتا ہے، وہی اس کی ضروریات سے آگاہ بھی ہوتا ہے اور اس کے لئے مناسب اور غیر مناسب اور درست و نادرست طریقہ استعمال کے فیصلے بھی کر سکتا ہے، صانع ہی بتا سکتا ہے کہ اس کی صنعت کو کس طرح استعمال کیا جائے؟ اور موجود ہی رہنمائی کر سکتا ہے کہ اس کی ایجاد کس طور کام میں لائی جائے؟ اس لئے جب اللہ تعالیٰ انسان کے خالق اور رب ہیں، اسی نے ہمیں پیدا کیا ہے اور اسی کے اشارہ و حکم سے ہم اس کائنات میں زندہ ہیں، تو ضروری ہے کہ وہی ہمیں زندگی کے طور و طریق بھی سمجھائے اور اسی کا دیا ہوا نظام حیات ہمارے لئے مفید ہو سکتا ہے؛ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (الأعراف: ۵۴) کہ اللہ ہی انسان کا خالق ہے اور اسی کے ادا و احکام انسان کے لئے واجب الطاعت ہیں، ایک اور موقع پر ارشاد ہوا کہ حکم اور فیصلہ کا حق صرف اللہ ہی کو ہے: ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ (یوسف: ۴۰)

دنیا میں بھی آپ جب کسی کمپنی سے کوئی بڑی مشین حاصل کرتے ہیں تو وہ ایک طرف اس مشین کی تفصیلات پر مشتمل کتاب و رسالہ آپ کے حوالہ کرتی ہے اور ساتھ ساتھ اپنے انجینئر کو بھی آپ کی مدد کے لئے بھیجتی ہے کہ کتاب میں جو نظریہ اور تھیوری بیان کی گئی ہے، یہ انجینئر اور ماہر کارگیر اس کو عملی طور پر برت کر دکھائے اور محسوس طریقہ پر سمجھائے، کسی تمثیل کے بغیر یہی صورت آسانی کتابوں اور انبیاء کی ہے، اللہ کی کتابیں نظام ہائے حیات ہیں کہ انسان کو اس دنیا میں اپنی صلاحیتیں کس طرح استعمال کرنی چاہئے؟ یہ کتابیں دستور ہیں اور پیغمبر کی زندگی اس کی عملی تصویر ہے، گویا پیغمبر کتاب الہی کی شرح اور اس کا بیان ہوتا ہے، ایک ایک حرف جو اس کی زبان سے نکلے، ایک ایک عمل جو اس کے اعضاء و جوارح سے صادر ہو اور ایک ایک اختیاری کیفیت جو اس پر طاری ہو، منشا ربانی کا عملی اظہار اور انسانیت کے لئے اسوہ و نمونہ ہے؛ اسی لئے فرمایا گیا کہ جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی: ﴿مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (الساء: ۸۰)

گویا نبوت محض قلب و ذہن کی تسلی کا سامان اور آخرت کی فلاح و نجات ہی کا ذریعہ نہیں؛ بلکہ یہ سب سے بڑی انسانی ضرورت ہے، جیسے وہ اپنے پیٹ کے لئے غذا کا، تن ڈھکنے کے لئے لباس و پوشاک کا، علاج کے لئے دوا کا اور اپنی مدافعت اور حفاظت کے لئے اسلحہ اور ہتھیار کا محتاج ہے، اس سے بڑھ کر وہ انبیاء اور انبیاء کی تعلیمات کا محتاج ہے؛ کیوں کہ انبیاء کی تعلیمات اس کے پورے وجود کے لئے غذا ہیں، وہ ذہن و دماغ کو بتاتی ہیں کہ انھیں کیا سوچنا چاہئے؟

وہ آنکھوں کی رہنمائی کرتی ہیں کہ انھیں کیا دیکھنا اور کیا نہ دیکھنا چاہئے؟ وہ زبان کو ہدایت دیتی ہیں کہ اللہ کی اس عظیم نعمت کا استعمال کن مقاصد کے لئے کیا جائے اور کن مفاسد سے بچا جائے؟ وہ ہاتھوں سے کہتی ہیں کہ یہ ظلم اور ظالموں کے خلاف اٹھئے نہ کہ مظلوموں اور کمزوروں کے خلاف، وہ پاؤں کو بتاتی ہیں کہ اسے نیکی اور حق کی راہ میں چلنا چاہئے نہ کہ باطل اور برائی کے راستے میں اور اس کی چال تواضع و انکساری اور عجز و فروتنی کی ہونی چاہئے نہ کہ کبر و افتخار اور غرور و استکبار کی۔

انسان خلوت میں ہو یا جلوت میں، بزرگوں کے ساتھ ہو یا عزیزوں کے ساتھ، محفل یاراں میں ہو یا کارزار حرب میں، دشمنوں کا سامنا ہو یا دوستوں کا، عدالت کی کرسی پر ہو یا ملزم کے کٹہرے میں، تخت اقتدار پر ہو یا کسی کے اقتدار کے تحت، استاذ ہو یا طالب علم، آقا ہو یا غلام، تجارت و کاروبار میں ہو یا اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز میں، رنج و الم کی شام ہو یا مسرت و شادمانی کی صبح، فتح سے ہمکنار ہو یا شکست سے دوچار، اولاد ہو یا ماں باپ، شوہر بیوی ہو یا بھائی بہن، مریض ہو یا معالج، بیمار دار ہو یا خود بیمار داری کے محتاج، سرمایہ دار اور آجر ہو یا مزدور و اجیر، قرض دہندہ ہو یا مقرض اور دولت مند ہو یا غریب، جوان ہو یا بوڑھا، سفر میں ہو یا حضر میں، عالم ہو یا جاہل، خدا کی توفیق سے نیک عمل اس نے کئے ہوں یا اس کا دامن عمل گناہ سے آلودہ ہو، غرض ہر موقع اور ہر حالت اور کیفیت میں اسے انبیاء کی پاکیزہ تعلیمات اور روشن ہدایات مطلوب ہیں، اس لئے یقیناً انسانیت پر اس کے خالق کا سب سے بڑا احسان انبیاء کی بعثت اور آسمانی کتابوں کے نزول کا نظام ہے، جو انسان اس سے محروم ہو وہ ایک کھانا پیتا، سوتا جاگتا اور ہنستا بولتا ترقی یافتہ حیوان تو ہو سکتا ہے، لیکن حقیقی اور اپنی حقیقت سے آشنا انسان نہیں ہو سکتا!

☆.....☆.....☆

1875ء کو صوبہ متحدہ (اتر پردیش) کے انگریز گورنر "جان اسٹریچی" نے اپنے مستند خاص "جان پامر" کو بغرض جاسوسی دارالعلوم

دیوبند بھیجا۔ جان پامر نے وہاں جا کر انتہائی باریک بینی سے جائزہ لیا، اس کے بعد جو رپورٹ اس نے پیش کی وہ قابل مطالعہ ہے۔ "جان پامر" لکھتا ہے:

"لیفٹنٹ گورنر مالک مغربی و شمالی کے ساتھ دورے کے دوران 30 جنوری 1875ء کو دارالعلوم دیوبند میں قیام ہوا۔ گورنر نے

مجھ سے کہا کہ یہاں دیوبند میں مسلمانوں نے گورنمنٹ کے خلاف مدرسہ قائم کیا ہے تم انجیانا طور پر اس مدرسہ میں جا کر پتہ لگاؤ کہ یہاں کیا تعلیم ہوتی ہے اور مسلمان کس فکر و خیال میں لگے ہوئے ہیں؟"

جان پامر نے کئی صفحات میں رپورٹ پیش کی، اس کے آخر میں لکھتا ہے: "میری تحقیقات کے نتائج یہ ہیں کہ یہاں کے لوگ تعلیم

یافتہ، نیک چلن اور نہایت سلیم الطبع ہیں، کوئی ضروری فن ایسا نہیں جو یہاں نہ پڑھایا جاتا ہو، جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں کے

محسوس ہوتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپے میں کر رہا ہے مسلمانوں کے لیے اس سے بہتر کوئی تعلیم گاہ نہیں ہو سکتی اور میں تو یہاں تک

کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی غیر مسلم بھی یہاں تعلیم پائے تو نفع سے خالی نہیں۔ انگلستان میں اندھوں کا اسکول تو سنا تھا مگر یہاں آنکھوں سے

دیکھا کہ دو اندھے تحریر و قلم کی شکل میں کتب دست پر اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ باید و شاید۔" (تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص 181)